بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پروفیسر محمد اکرم رضا

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

کہتے ہیں بارانِ رحمت کی سب سے زیادہ ضرورت وہاں محسوس کی جاتی ہے۔ جہاں زمین خشک سالی کی بنا پر اناج کی کونپلوں کی جگہ ببول اُگنے لگے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُس ریگزارِ عرب میں سحابِ رحمت بن کر تشریف لائے تھے کہ جہاں انسانی تہذیب وتمدن اور اخلاق و کردار کے سوتے خشک ہو چکے تھے اور جہاں صُلح وخیر کے گلہائے تازہ کی جگہ ظلم وتعدی اور کفر وشرک کے جھاڑ جھنکاڑ اُگ رہے تھے۔ وہاں تپتے ہوئے صحراؤں اور ظلم وستم کی بادِ سموم سے جھلستے ریگستانوں میں خدا کی عظمت و تقدیس اور انسانی عظمتِ کردار کے منکر انسانوں کی آنکھوں سے شرم وحیا کے پانی کی ایک ایک بوند خشک ہو چکی تھی۔ ایسے وقت میں جب حضور پرُنور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجسم رحمت و برکت بن کر آئے تو یکا یک ہی کشتِ ایمان ویقین لہلہا اُٹھی۔ شاعر نے اسی احساس کی ترجمانی یوں کی ہے۔

سلام اے آمنہ کے لال ، اے محبوبِ سُبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی
ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہوگیا پھر فضلِ ربّانی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیا آئے ، عالم انسانیت کے قلوبِ مُردہ کو حیاتِ نو کی نوید ملی۔ آپؐ کیا آئے۔ مایوس دل زندگی کی حرارت سے بھرپُور ہو گئے۔ مُردہ نفس جی اُٹھے۔ آپؐ کوہِ فاران کی چوٹیوں سے ایک ایسا مہرِ عالم تاب بن کر طلوع ہوئے کہ جس کی کرنیں حیرت انگیز تیزی کے ساتھ بلادِ عالم کو منور کرنے والی تھیں۔ آپ دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحاؑ بن کر پہلوئے آمنہ سے یوں ہویدا ہوئے کہ کاروانِ انسانیت جو صدیوں سے اپنی منزلِ ایمان ویقین سے بھٹکا ہوا تھا، پھر سے اپنی منزلِ مقصود کی

not

جانب رواں دواں ہونے کے لئے دلوں کو ولولۂ تازہ سے سرشار کرنے لگا۔ آپ غارِ حرا کی خلوتوں سے عالم انسانیت کی راہنمائی اور اخلاقی و روحانی اقدار کی ترویج کا پیغام لے کر یوں اُٹھے کر۔

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید
ماند شبہا چشمِ او محرومِ نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم
بوریا ممنونِ خوابِ راحتش
تاجِ کسریٰ زیرِ پائے اُمتش

سرکارِ دو عالم فخرِ بنی آدم حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری سے قبل عالمِ عرب بے شمار خباثتوں اور جہالتوں کا شکار ہو چکا تھا۔ کفر و شرک کے علاوہ انسانی حقوق کی بے دردی سے پامالی اور اخلاقی اقدار کی بے حرمتی کی بدولت عرب معاشرہ شرمناک حد تک قعرِ مذلت میں غرق ہو چکا تھا۔ اس دور کا انسان اخلاق و شرافت کا نام تک سننے کا روادار نہ تھا۔ شراب ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ جُوا قماربازی اور زناکاری قطعاً مذموم فعل تصور نہیں کیے جاتے تھے بلکہ ان کو جوانی کا اعزاز اور مردانگی کا افتخار سمجھا جاتا تھا، کوئی شخص بیٹی کا باپ کہلانا پسند نہیں کرتا تھا، اور اگر کسی کے ہاں بیٹی جنم لے لیتی تو اُسے زندہ زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا۔ وہ لوگ انسانی عظمتِ کردار کے نہیں بلکہ ذاتی حسب و نسب کی برتری اور خاندانی تفاخر کے اسیر تھے۔ لڑائی جھگڑا اور قتل و غارت گری ان کی قبائل زندگی کا لازمی جزو بن چکے تھے۔ معمولی معمولی باتوں پر تلواریں نیاموں سے باہر آجاتیں اور پیاسے ریگستانوں کی پیاس بجھنے لگتی۔ عکاظ کا میلہ قبائلی تعصبات اور فخر و مباہات کے نعروں سے شروع ہو کر برسوں تک جاری رہنے والی لڑائیوں کے لئے موزوں ترین مقام قرار پا چکا تھا۔ بعض معمولی لڑائیوں سے طویل جنگ کی ایک ایسی بھٹی سلگ اٹھتی کہ ہزاروں عرب اپنے بھائیوں کی تلواروں کا شکار بن کر اس کا ایندھن بن جاتے۔

لیکن جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انسانی حقوق کے محافظ بن کر جلوہ افروزِ عالم ہوئے تو حالات نہایت تیزی سے بدلنے لگے۔ آپ ﷺ کے فیوض و برکات کی بدولت انسانی حقوق کو پامال کرنے والے انسانی اقدار کی محافظت کا فریضہ انجام دینے لگے۔ راہزن راہبر بن گئے۔ بت پرست بت شکن بن گئے۔ بے حیاؤں کو شرم و غیرت کا شعور میسر آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تاثیر کی عظمت اس وقت دیکھنے میں آئی کہ جب آپ نے حکمِ خداوندی کے مطابق شراب کو حرام قرار دیا تو شراب پانی کی طرف شہر نبیؐ

کی گلیوں میں بہادی گئی۔ دشمن دوست بن گئے۔ اخلاق و شرافت کی دھجیاں بکھیرنے والے رفعتِ کردار کا نمونہ بن گئے۔ ذرا ذرا سی بات پر قتل و غارت کا بازار گرم کرنے والے انسانیت کی عظمت اور تقدیس پر ایمان لے آئے اور اپنی ذات سے بڑھ کر دوسروں کے حقوق کی پاسداری کرنے لگے۔

کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کردیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

یہ حیرت انگیز انقلاب کہ چشمِ فلک جس کا صدیوں سے انتظار کررہی تھی، آپ کے بے مثال کردار اور اخلاقی تربیت اور تبلیغ کی بدولت وجود میں آیا تھا۔ آپ ﷺ معلم مکارمِ اخلاق تھے، قرآن نے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۱) کی روشنی میں آپ کے اخلاق و کردار کو ملّتِ اسلامیہ کے لیے نمونہ قرار دیا ہے۔ آپ صاحبِ خُلقِ عظیم تھے۔ مجسّم تفسیرِ قرآن تھے۔ پرتو تقدیرِ خداوندی تھے۔ پیکرِ انوار و تجلیاتِ ربانی تھے۔ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ایک لمحہ بھی منشائے ربانی کے خلاف بسر نہیں ہوا۔ آپ قرآنِ ناطق تھے کہ آپ ﷺ کا ایک ایک عمل آیاتِ قرآنی کی عملی تفسیر تھا۔ آپ عالمِ انسانیت کو اپنے بے مثال کردار کی روشنی سے جگمگا دینے کے لئے یوں جلوہ گر عالمِ امکاں ہوئے کہ تاریخ کو یہ اعتراف کرتے ہی بنی۔

اک شخص سراپا رحمت ہے اک ذات ہے یکسر نورِ خدا
ہم ارض و سما کو دیکھ چکے پر کوئی اُس جیسا نہ ملا

جب آپ ﷺ وصال فرما کر خاکِ طیبہ میں آسودۂ خواب ہوئے تو کسی نے امّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور اخلاقِ حسنہ پر روشنی ڈالنے کے لئے کہا تو انہوں نے فرمایا۔

كَانَ خُلُقُهُ القرآن (۲)

گویا اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نزدیک نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ ہر لحظہ و ہر آن تجلیاتِ قرآن کا پرتو تھی۔

تری صورت، تری سیرت، ترا نقش، ترا جلوہ
تبسم گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

حضور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مطہرہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر محیط ہے۔ آپ ﷺ نے شاہراہِ حیات پر جوتا بندہ نقوش ثبت کئے ہیں، وہ کائنات کے ہر منشور سے زیادہ قابل عمل ہیں۔ پُرامن شہری کی حیثیت سے، فتح عظیم کے شادیانے بجانے والی فوج کے سالارِ اعلیٰ کی حیثیت سے، لاکھوں مربع میل پر مشتمل عظیم سلطنت کے مقتدرِ اعلیٰ کی حیثیت سے، عدل وانصاف کا پرچم سربلند رکھنے والے منصف کی حیثیت سے، اعجازِ نطق سے بہرہ ور راہنما، صاحب تدبیر سیاستدان اور معجزانہ صلاحیتیں رکھنے والے دانش ور کی حیثیت سے آپ ﷺ نے اپنی سیرت وکردار اور ارشادات وفرمودات کا جوانمول خزانہ چھوڑا ہے، وہ تا ابد اقوامِ عالم کے لئے حکمت وموعظت اور راہنمایانہ بصیرت افروزی کا باعث بنا رہے گا۔

چشمِ اقوام یہ نظارا ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ رَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ دیکھے

آپ ﷺ کی جلیل القدر شخصیت ہر دور اور ہر زمانہ میں مشعل راہ ہے۔ ہر عہد اور ہر صدی نے آپ ﷺ سے فیض اٹھایا ہے۔ اگر دلوں سے تعصبات کی آلائش دُور کردی جائے تو ہر دل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمہ عظمت کا معترف اور ہر زبان آپ کی ثنا خوانی پر مجبور نظر آئے گی۔

ابھی پچھلے دنوں "ہارٹ پبلشنگ کمپنی نیو یارک، امریکہ" نے کتاب "The Hundred" شائع کی ہے۔ جو بڑے سائز کے ۵۷۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں اس غیر مُسلم مصنف نے ابتدائے آفرینش سے آج تک پوری دنیا کی تاریخ سے ایسی ایک سو شخصیات کو منتخب کیا ہے۔ جنہوں نے تہذیب وتمدنِ عالم کو سب سے زیادہ متاثر کرتے ہوئے عظمت انسانیت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ اس کتاب کے مصنف نے ان برگزیدہ منتخب شخصیات میں سب سے پہلی حیثیت بانیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ کو دی ہے۔ مصنف جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فہرست میں مقام اوّلین دیتے ہوئے دلیل پیش کرتا ہے کہ یہ صرف آپ (حضور نبی کریم) ہی تھے، جنہوں نے انسانیت کی درست سمت میں راہنمائی کی۔ مائیکل ایچ ہارٹ اس سلسلہ میں اپنے انتخاب کے حق میں مزید دلائل دیتے ہوئے رقمطراز ہے۔

"حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس علاقہ میں مبعوث ہوئے، جو دنیا کا پسماندہ ترین خطہ تھا۔ یہ علاقہ دنیا بھر کے علوم وفنون کے مراکز سے بہت دُور تھا اور وہاں انسانی اقدار کی ترویج کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے ہی برسوں میں اس علاقے میں ناقابل یقین حد

تک جو حیرت انگیز انقلاب لے آئے، وہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور شخصیت سے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی کا ہی اعجاز تھا کہ انسانی کردار کی عظمتوں سے محروم اس خطے سے عالمِ انسانیت کی رہنمائی کا آغاز ہوا"۔

حضور یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حج الوداع انسانی حقوق و فرائض کے تعین کی سب سے اہم دستاویز ہے۔ آپ ﷺ نے عالمِ اسلام کو مساوات و اخوت اور محبت و شفقت کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا کہ،

"تمہارا باپ ایک ہے عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت ہے نہ کالی رنگت والے کو سُرخ رنگت والے پر فضیلت ہے اور نہ سُرخ رنگت والے کو کالی رنگت والے پر کوئی فضیلت ہے۔ بجز تقویٰ کے" (۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاحی معاشرے کے خطوط وضع فرماتے ہوئے صرف اور صرف تقویٰ و پرہیزگاری کو ہی معیارِ فضیلت قرار دیا۔ یہ حقیقت ہے جب انسان کے فکر و عمل میں تقویٰ کی سربلندیاں سما جائیں تو پھر وہ اپنی عملی زندگی میں ہر گام پر ہر آن تعلیماتِ قرآنی اور ارشاداتِ نبوی ﷺ کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور اس طور اس کی زندگی عظمتِ کردار کا نمونہ اور پاکیزگی اطوار کا مظہر بن جاتی ہے۔ آج کے نام نہاد دانشور ابراہام لنکن کو انسانی حقوق کا سب سے بڑا محافظ قرار دے کر اسے غلاموں کے نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں۔ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ ہر معاملے کو یورپ کی بخشی ہوئی متعصبانہ دانش کی روشنی میں دیکھنے والے بہت سے مسلمان اصحابِ فکر بھی اس معاملے میں ان کے ہمنوا بن جانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے۔ لیکن ذرا تاریخی حقائق پر نگاہ دوڑایئے تو صداقت اپنا وجود منواتی ہوئی دکھائی دے گی۔ ابراہم لنکن سے صدیوں پیشتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو غلاموں کے ساتھ بہترین سلوک کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"غلام تمہارے بھائی ہیں انہیں وہی کھلاؤ جو تم کھاتے ہو" (۴)

ایک اور مقام پر غلاموں کی قدر اور عزت افزائی اس حدیث سے اجاگر ہوتی ہے۔

"جن کو تم غلام کہتے ہو تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو خدا نے تمہارے ماتحت کردیا ہے۔ پس جن کو خدا نے تمہارے ماتحت کردیا ہے اُن کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو" (۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات کی عملی تفسیر پیش کرتے ہوئے اپنے جانثار اور وفادار غلام حضرت زید بن حارثہ کو نہ صرف غلامی سے آزاد کردیا بلکہ اپنا منہ بولا بیٹا بھی بنالیا۔ صحابہ کرام

نے غلام آزاد کردیے اور چشمِ عالم نے پہلی بار غلاموں کو اپنے سابقہ آقاؤں کے شانہ بشانہ زندگی کی جدوجہد میں مصروف دیکھا۔ سیاہ فام حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو یکا یک جلیل القدر اصحابِ رسُول ﷺ کی صفِ اوّل میں شامل ہو گئے اور انہیں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہ فیض رساں نے یُوں فیضیاب فرمایا کہ اُن کی زندگی عشاقِ رسول ﷺ کے لئے قابلِ رشک بن گئی۔ حبش سے آنے والے بلالؓ کے مقدر کا ستارہ یوں چمکا کہ حضور ختمی مرتبت کے معتمدین میں شمار ہونے لگے اور جب یہی حضرت بلالؓ وفات پا گئے تو سیّدنا عمر فاروق الاعظم ان کے فضائل و اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کہتے نہیں تھکتے تھے کہ۔

"اَلْماتَ سیِّدی بلال" (ہمارے سردار بلالؓ وفات پا گئے)

آج دنیا مساوات کے نعرے لگا رہی ہے۔ پسماندہ اور کُچلے ہوئے انسان رنگ و نسل اور ذات پات کی زنجیروں کو توڑ کر ابھرنا چاہتے ہیں۔ وہ انسانی حقوق کی بالا دستی کے نام پر اپنی پسماندگی اور سماجی زبوں حالی کا مداوا چاہتے ہیں۔ لیکن باوجود اپنی انتہائی کوشش کے وہ اس سماجی اونچ نیچ، طبقاتی حد بندی، اور معاشرتی عدمِ مساوات کی دیواروں میں شگاف پیدا نہیں کر سکے۔ نظریات کے نام پر اپنا سب کچھ تج دینے کے باوجود بھی ایک نچلے طبقے کا انسان اپنے سے اُوپر کے زینے پر بیٹھنے والے کے برابر نہیں بیٹھ سکتا۔ افریقہ کا حبشی چاہے کریم رگڑتے رگڑتے اپنی کھال تک چھیل ڈالے، حقوق میں گورے کے برابر نہیں ہوسکتا۔ ہندوستان کا اچھوت انتہائی اپ ٹو ڈیٹ ہونے کے باوجود براہمن کے حقوق نہیں پا سکتا اور امریکہ کا ریڈ انڈین برسرِ اقتدار سفید فام طبقے کی برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ لیکن اسلام کی آغوش میں جو بھی آتا ہے، وہ رنگ و نسل کے امتیازات اور ذات برادری کی تفریق کو بھول کر ایک ملّتِ مسلمہ میں گُم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کس درجہ غلاموں اور خادموں کا خیال رکھتے تھے اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

> "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں ایک غلام کو مار رہا تھا پیچھے سے کسی کہنے والے کی آواز سُنی وہ کہہ رہا تھا۔ ابو مسعودؓ جان لو! ابو مسعودؓ جان لو۔
> میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اکرم ﷺ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا،
> اللہ تعالیٰ تجھ پر اس سے زیادہ قُدرت رکھتا ہے جتنی تو غلام پر رکھتا ہے۔
> عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کے بعد غلام کو کبھی نہیں مارا" (۲)

اسی ضمن میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو۔

''امام زین العابدینؓ کے مصاحب سعید بن مرجانہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی غلام مسلمان کو آزاد کیا تو اللہ تعالیٰ اُس غلام کے ہر عضو کے بدلے میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے بچائے گا'' (۷)

کافروں کو یہ ناگوار گزرتا تھا کہ حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں غریب اور نادار مسلمان مساواتِ اسلامی کی تصویر بن کر بیٹھے ہوتے تھے لیکن اس رحمتِ مجسم نے امیروں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا اور ''الفقر فخری'' کو اپنا افتخار بناتے ہوئے زمانے بھر کے مظلوم و مقہور انسانوں کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ آپ ﷺ کی غلاموں سے شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ حضرت بلال کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا کرتے تھے۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ہی اعجاز تھا کہ سیدنا عمر فاروق نے اپنے دورِ خلافت میں مدینہ سے بیت المقدس تک کا سفر اپنے غلام کے ساتھ دوسری سواری نہ ہونے کے باعث ایک اونٹنی پر یکے بعد دیگر چڑھتے اترتے طے کیا۔ بیت المقدس فتح ہو چکا تھا اور خلیفہ اسلام کو اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے فاتحانہ انداز کے ساتھ شہر میں داخل ہونا تھا۔ اپنے اور بیگانے سبھی خلیفۃ المسلمین کی آمد کے منتظر تھے۔ جب سیدنا فاروقِ اعظم بیت المقدس کی حدود میں داخل ہوئے اور مجاہدین لشکر آپ کے استقبال کو بڑھے تو اس وقت کیفیت یہ تھی کہ حضرت عمر کا غلام اونٹنی پر سوار تھا جب کہ امیر المومنین اونٹنی کی مہار پکڑے آیاتِ فتح و نصرت تلاوت فرماتے ہوئے پیدل چل رہے تھے۔ مساواتِ اسلامی کے سلسلے میں یہ وہ اعتدال پسند طرزِ عمل ہے، جس کا اعتراف صرف اپنوں کو ہی نہیں بلکہ اغیار کو بھی ہے۔ چنانچہ انگلستان کے مشہور و معروف عالم مسٹر آئزک ٹیلر نے اپنی کتاب ''افریقہ میں اسلام کی ترقی'' میں اعتراف کیا کہ

> ''جب حبشیوں کی کوئی قوم اسلام قبول کر کے جناب محمد ﷺ کے دامانِ رحمت میں پناہ لے لیتی ہے تو ان میں حمیت و خودداری کا احساس بڑھ جاتا ہے اور وہ انسانی ہمدردی و اخوات کا سبق سیکھ لیتے ہیں۔ ایک غیر مسلم اسلام قبول کرتے ہی فوراً عالمِ اسلام کی عظیم الشان برادری کا رُکن بن جاتا ہے''۔

قرآن حکیم نے ''إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ'' (۸) فرما کر عالمِ اسلام کو ایک ہی مرکز پر لا کر یُوں کھڑا کر دیا کہ مُسلم معاشرے میں عربی عجمی، گورے کالے، اسود و احمر، شرقی غربی اور فقیر و امیر کا امتیاز اٹھ گیا۔ ایک کعبہ، ایک قرآن، ایک خدا اور ایک رسول ﷺ کا تصور اتنا راسخ ہوا کہ دل و نگاہ میں مساوات و اخوتِ اسلامی کی حقیقت مہر و ماہ کی صورت ضَو فگن ہو گئی چشمِ فلک صدیوں تک اسلامی تاریخ کے

یہ حیرت انگیز نظائر دیکھتی رہی کہ شاہانِ وقت عام شہریوں کی حیثیت سے عدالتِ انصاف میں حاضری دیتے رہے اور جب کسی مفلوک الحال کا ہاتھ طلبِ انصاف کی خاطر بادشاہ کے دامن کی طرف دراز ہوتا تو وہ خوفِ خدا اور عظمتِ عدل وانصاف کا احساس کر کے لرز لرز اٹھتا۔ تاریخ بلاشبہ ہماری عظیم روایت کی امین اور روز رخشندہ کارناموں کی پاسدار رہی ہے۔ خلفائے راشدین کی بات چھوڑیئے کہ وہ تو چشم نبوت کے براہِ راست فیض یافتہ تھے۔ بعد کے ادوار کے مسلم حکمرانوں اور سلاطین نے بھی مدتوں مساواتِ اسلام کا پرچم اس شان سے بلند کیے رکھا کہ انہوں نے خود کو تا زیست عوام کے حقوق کا پاسبان اور رعایا کا ادنیٰ خادم تصور کرتے ہوئے رعایا کے شانہ بشانہ کھڑا ہونے کو اپنی توہین تصور نہ کیا بلکہ اقتدار کو رعایا کی امانت اور عطیۂ خداوندی سمجھتے ہوئے انصاف کے حصول کے لئے بلند ہونے والی نحیف سے نحیف تر آواز کو بھی آوازۂ فطرت سمجھ کر اس کا استقبال کرتے رہے۔

آج کے دور میں عورت کو مرد کے برابر حقوق دینے کا نعرہ بلند کرنے والے اس دور کو عورت کی عظمت کا زمانہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن ذرا تاریخ کے ایوانوں میں جھانک کر دیکھیں تو صاف ظاہر ہوگا۔ یہ صرف نبیٔ کریم حضرت محمد مصطفی ﷺ ہی تھے جنہوں نے سب سے پیشتر عورت کو نہ صرف اس کے غصب شدہ حقوق واپس دلائے بلکہ اسے مرد کے سامنے عفت وعصمت اور تقدیس وحیا کی دیوی بنا کر پیش کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل عرب معاشرے میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں عورت اس کرۂ ارضی کی سب سے مظلوم ہستی تھی۔ عورت کو پاؤں کی جوتی سے بھی حقیر سمجھا جاتا تھا۔ جنس بازار کی طرح اس کے دام لگائے جاتے تھے۔ روما و یونان میں جو اپنے ادوار کے عظیم تہذیبی مراکز تھے۔ عورت کو صرف جنس بازار تصور کیا جاتا تھا۔ ہندوستان میں خاوند کے مرنے پر اس کی بیوی کو زبردستی آگ میں جلا کر ستی کی رسم کو مذہبی ضابطہ بنا لیا گیا تھا۔ عرب معاشرے میں بعض جگہ باپ کے مرنے پر اس کا ورثہ تقسیم کرتے ہوئے بیٹے اس کی بیویاں بھی بانٹ لیا کرتے تھے۔ بدنصیب ماں بیٹی جنتی، تو باپ مجسم قہر وغضب بن کر بیٹی کو زندہ زمین میں دفن کر دیتا کیونکہ اس کے لئے یہ تصور ہی ناقابلِ برداشت تھا کہ مستقبل میں کوئی شخص اس کا داماد بن کر اس کی غیرت کے لئے چیلنج بن جائے چونکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پوری کائنات کے لئے رحمت وشفقت کا پیغام سربلند تھے، اس لئے آپ ﷺ نے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا کرتے ہوئے مردوں کو تلقین کی کہ وہ اپنے اہل وعیال کا مکمل خیال رکھیں کہ یہی اچھی زندگی کی نوید ہے۔ اس حوالے سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ مبارک اسلامی طرزِ حیات کو ایک قابلِ فخر اعزاز بخش رہا ہے۔

”اے لوگو ڈرو اللہ سے۔ عورتوں سے زیادتی نہ کرو۔ اس لئے کہ ان کو تم نے اللہ پاک کی

امان سے لیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے کلمے سے اپنے اُوپر حلال کیا ہے۔ ان کا حق تمہارے اُوپر یہ ہے کہ ان کی روٹی اور کپڑا دستور کے مطابق تمہاری ذمہ داری ہیں''۔(۹)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا۔

''لوگو اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو۔عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم انہیں اچھی طرح سے کھلاؤ اور اچھی طرح سے پہناؤ''۔(۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو عورتوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تلقین کرتے ہوئے انہیں عورت کی عفت و عصمت کا پاسباں قرار دیا تو یکا یک عرب معاشرے میں ہی نہیں بلکہ پُورے عالمِ انسانیت میں حیرت انگیز حد تک خوشگوار انقلاب برپا ہو گیا۔ آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق عورت اگر ماں بنی تو اولاد پر واضح کر دیا گیا کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ اگر عورت بیوی بنی تو خاوند کو بیوی کے حقوق کا بھرپور احساس دلاتے ہوئے ان کی ادائیگی کی سخت تلقین کی۔ اگر عورت بیٹی کے رُوپ میں سامنے آئی تو باپ کے لئے بیٹی کی روحانی و اخلاقی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو پستی و ذلت کی گہرائیوں سے نکال کر اس کو روحانی و اخلاقی اور تہذیبی و معاشرتی حقوق عطا کئے وہاں اُسے اس کے خاندانی اور معاشرتی فرائض کا احساس بھی دلایا۔

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح عورت کو برائیوں کا ہنڈار، شیطانی مخلوق اور گناہوں کی محرک قرار نہیں دیتا اور نہ ہی اس کو حقارت سے دیکھتا ہے۔ اس کے دائرۂ ایمان میں عورت بھی ایسی ہی مخلوق ہے، جیسے مرد، وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۱۱) (اور عورتوں کا بھی حق ہے جب کہ مردوں کا ان پر حق ہے، دستور کے مطابق) کہہ کر مردوں کو مجبور کر دیا گیا کہ عورتوں کے حقوق کو پامال نہ کریں اور عورت کے مقام اور حقوق کے تعین اور ادائیگی کے سلسلہ میں خدا سے ڈریں۔ البتہ اسلام آج کی جنسی انارکی کے خلاف ہے، جو عورت کو نام نہاد آزادی اور ترقی کے نام پر ننگی کا ناچ نچاتی ہے۔ آج کی عورت جنسِ بے مایہ کی مانند سرِ بازار اپنی متاعِ غیرت و حمیت سے لاتعلقی کا عملی اظہار کر رہی ہے۔ اسلام اس لاابالیانہ زندگی کا مخالف ہے۔ اور چاہتا ہے کہ عورت اوروں کے فرائض کا بوجھ اٹھانے کے بجائے اپنے فرائض منصبی انجام دے۔ خانگی امور، اولاد کی پرورش، گھر کی نگہداشت ایسے بنیادی کام ہیں جو عورت سے براہِ راست تعلق رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق اسلام جہاں عورت سے اس امر کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ چادر اور چار دیواری کی حُرمت کا احساس کرے، وہاں وہ مردوں سے بھی عورتوں کے حقوق منواتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''کوئی مومن مرد کسی مومن عورت کو نا پسند نہ رکھے۔ اگر اس میں ایک عادت نا پسند ہوگی تو دوسری پسند بھی ہوگی''۔ (۱۲)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے عرب معاشرے میں بیٹی کا وجود نا قابل برداشت تھا لیکن آپ ﷺ نے بیٹیوں کو قابل رشک رُتبہ عطا فرما دیا اِس کا اندازہ اس حدیث سے ہوتا ہے۔

''حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے دو بچیوں کی پرورش کی۔ میں اور وہ جنت میں یوں دو انگلیوں کی طرح داخل ہوں گے آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر ارشاد فرمایا''۔ (۱۳)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''عورتوں سے خیر خواہی کرو کیونکہ وہ پسلی سے بنی ہیں پسلی میں نیچی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے پس اگر تو اُسے سیدھا کرے گا تو توڑ دے گا اور اگر یونہی چھوڑ دے گا تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کی خیر خواہی کیا کرو''۔ (۱۴)

ان حقائق کی روشنی میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے زیادہ کوئی اور مذہبی شخصیت یا روحانی مصلح، عورت کو اس کے حقوق بخشنے اور فرائض کی بجا آوری کا احساس دلانے کا اعزاز نہیں پا سکتا۔

عام شہری کی حیثیت سے اخلاقی و تمدنی اور انسانی اور روحانی اقدار کا درس دینا جس قدر آسان ہے، فاتح اور کشور کشا بن کر ان اقدار پر عمل کرنا اتنا ہی دشوار ہوتا ہے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی والا مرتبت شخصیت اس معیار پر بھی پوری اترتی ہے۔ ایک عام شہری کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے مصلح و راہنما تو تھے ہی، لیکن جب عالم عرب کا اقتدار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ و اختیار میں آچکا تھا، تو آپ ﷺ نے اس وقت بھی انسانی اقدار کی سربلندی اور انسانیت کی فوز و فلاح کو لحظہ بھر کے لئے بھی فراموش نہ کیا۔

تاریخ نے بڑے بڑے جرنیلوں اور کشور کشاؤں کو دیکھا ہے، جو عام زندگی میں انسانی اقدار کے کتنے بڑے مبلغ تھے، لیکن جب حالتِ جنگ کا اعلان ہوا تو انہوں نے ہر قیمت پر کامیابی حاصل کرنے کے لئے تمام اخلاقی قوانین اور تہذیبی ضوابط اپنے ہی قدموں تلے پامال کر دیئے۔

محسن کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی دیکھنی ہو تو تاریخ کے دھارے کو چودہ صدیاں قبل موڑ دیجئے اور اس وقت کا تصور کیجئے جب آپ ﷺ مکہ میں فاتحانہ

not

انداز سے داخل ہو رہے تھے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی ہر تحریک مزاحمت دم توڑ چکی تھی۔ آپ ﷺ اپنے خدائے جلیل کی عظمت و برتری کے مظہر بن کر تاریخ کے عظیم ترین فاتح کی حیثیت سے اپنے آبائی شہر مکہ میں قدم رنجہ فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بیت اللہ کے صدہا اصنام توحید کی ہیبت سے زمین پر گر کر ٹکڑوں کی صورت بکھر چکے تھے۔ یہ وہی شہر تھا، جہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا تھا۔ بزمِ ہستی دم بخود تھی۔ وقت کی رفتار تھم چلی تھی۔ آپ ﷺ کے تمام اعداء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے آپؐ کے جسمِ اطہر پر غلاظت پھینکنے والے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنے والے آپؐ کی راہوں میں کانٹے بچھانے والے، جنت کے گلزاروں کی بشارت دینے والے پر عرصۂ حیات تنگ کرنے والے۔ پیکرِ انوارِ خداوندی کو اپنی ناپاک سازشوں سے نقصان پہنچانے کے عزائم باندھنے والے، جس کے قدموں پر محرابِ کعبہ جھکے اس پر بہتان طرازی کرنے والے، ظلم و تعدی کے خوگر، انسانی لہو کی بھینٹ لینے والے، تہذیب و تمدن سے نا آشنا، اقدارِ انسانی سے بے بہرہ، جذباتِ محبت و شفقت سے محروم، وحشت و بربریت کے رسیا۔ یہ سب کے سب جناب رحمت للعالمین ﷺ کے حضور لرزہ بر اندام کھڑے تھے اور اپنے بدترین ماضی کی خباثتوں کو یاد کر کے اپنے آپ کو سخت سے سخت سزا کے مستحق بنا چکے تھے۔ ان سب کے دل آنے والے لمحوں کی ہولناکی سے لرزاں تھے۔ ان کی نگاہیں شرم و ندامت کے مارے زمین میں گڑی جا رہی تھیں، لیکن اپنے تمام لرزیدہ احساسات کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمینی سے خوشگوار توقعات بھی وابستہ کئے ہوئے تھے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے جاں نواز سے زندگی بخش صدائے عام اُبھرتی ہے۔

لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ“ (۱۵)

”جاؤ آج تم سے کوئی باز پرس نہیں“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس لبوں سے زندگی کی نوید کیا ملی، عالم عرب میں گلشنِ انسانیت یکا یک ہی رنگ لے آیا، کائنات نے یہ منظر پہلے کب دیکھا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آوازۂ بخشش قافلہ انسانیت کو منزلِ مقصود تک لے جانے کا باعث بن گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کے تصور سے یہ کہنا غلط تو نہیں کہ۔

کچھ اُن کے خُلق نے کرلی، کچھ ان کے پیار نے کرلی
مسخر اس طرح دنیا شہِ ﷺ ابرار نے کرلی

غیر مسلم فاتحین اور جنگ آزماؤں کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ جب کسی علاقہ کو فتح کرنے کے لئے نکلتے تو راستے میں آنے والے کھیت اجاڑ دیتے، شہر برباد کرتے، بستیوں کو ویرانوں میں تبدیل کرتے اور زندگی کی حرارت سے بھر پور علاقوں میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کرتے تھے اور ستم یہ کہ جب وہ کسی علاقہ کو فتح کر لیتے تو وہاں انسانوں کے خون کے ساتھ وہ ہولی کھیلی جاتی کہ اس کے تصور سے احساس لرز اٹھتا ہے۔ بچوں، بوڑھوں اور نوجوانوں کا قتل عام ہوتا۔ عورتوں کی بے حرمتی کرتے ہوئے اخلاق اور شرافت کے تمام تقاضے فراموش کر دیے جاتے، ظلم و تشدد اور بہیمیت کی دیوی کو لاتعداد مظلوم انسانوں کی بھینٹ دی جاتی تھی۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت نوازی کا تاج ایمانی زیب سر کیے تشریف لائے تو انسانی اقدار کی سربلندی کے آثار رونما ہونے لگے۔

حضور نبی پاک صاحب لولاک علیہ الصلوۃ والتسلیم تو وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (۱۶) کے مصداق بن کر کائنات میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب دشمن کے مقابلے کے لئے نکلتے تو تمام اخلاقی اقدار اور انسانی ضوابط کی سربلندی کا اہتمام فرماتے۔ جب کسی علاقہ کو فتح کرنے کے لئے آپ ﷺ کوئی فوج روانہ کرتے تو اس کے امیر عسکر اور جملہ مجاہدین اسلام کو دشمنوں کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور لاچاروں پر ترس کھانے کی تلقین فرماتے۔ جہاں خُلق اور محبت سے کام نکلتا ہو وہاں بلاوجہ خون بہانے سے گریز کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔

احادیث مصطفیٰ ﷺ کے مختلف مجموعوں میں درج احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اس سے آپ کا مقصد دشمن کے مقابلہ میں نرمی یا کمزوری کا مظاہرہ نہیں تھا۔ بلکہ آپ ﷺ کی شانِ رحمت قدم قدم پر بقائے انسانیت کا پرچم لہراتی محسوس ہوتی تھی۔

"عبدالرحمٰن بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے لائی گئی کہ جسے مار ڈالا گیا تھا تو آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو مارنے سے منع فرمایا"۔(۱۷)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک عامل کے لئے لکھا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی سریہ بھیجتے تو ان سے فرماتے:- اللہ کا نام لے کر راہ خدا میں لڑنا، تم ان لوگوں سے لڑتے ہو، جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا۔ لہذا خیانت نہ کرنا، عہد شکنی نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا۔ کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔ اور اگر اللہ چاہے تو اپنی فوج یا ٹولی کو بتا دینا اور تم پر سلامتی ہو (۱۸)

یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک لشکر شام کی طرف بھیجا۔ تو یزید بن ابوسفیان کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے نکلے۔ آپ نے فرمایا میں تمہیں دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں،

عورتوں بچوں اور ان لوگوں کو قتل نہ کرنا جو بہت بوڑھے ہیں۔ پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا۔ آبادیوں کو برباد نہ کرنا۔ کسی بکری اور اونٹ کی کونچیں نہ کاٹنا مگر کھانے کے لئے، کھجور کے درختوں کو نہ جلانا اور نہ انہیں ڈبونا خیانت نہ کرنا اور بزدلی نہ دکھانا۔ (۱۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے سپہ سالاروں نے ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پابندی کی اور انسانی اقدار کی عظمت و سر بلندی کا ہمیشہ خیال رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ اسلام دنیا بھر کے انسانوں کے دلوں کی دھڑکنوں اور مظلوم و مقہور اقوام کا چارہ گر بن کر نہایت ہی تیزی سے چار دانگ عالم میں پھیلنے لگا۔ حضور سید عالم تو رحمت للعالمین تھے، شفیع المذنبین تھے۔ گنگاروں کی ڈھارس، ستم رسیدگانِ ہستی کے آلام کا مداوا اور دنیا بھر کے مصائب کے ستائے ہوئے انسانوں کے زخموں کا مرہم تھے۔ محکوم اقوام کے لئے صبح آزادی کی نوید اور مجبور و بے بس مخلوقِ خدا کے لئے مجسم پیغام زندگی تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روشن کردار وقت کے فرعونوں کے لئے ضربِ کلیمی اور آپ کا اُسوہ زمانے بھر کے حق پرستوں کی بے پناہ قوتِ ایمانی کا باعث تھا۔ آپ ﷺ نے دشمنانِ اسلام کے تمام تر مظالم برداشت کیے، مگر اپنی شانِ رحمت للعالمینی کے تقاضوں کو ایک لحظہ کے لئے بھی فراموش نہ کیا۔ زندگی کے کسی موڑ پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے اپنے بدترین دشمن کے لئے بد دعا نہیں نکلی۔ یہ الگ بات ہے کہ اعدائے اسلام کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روا رکھی جانے والی بدسلوکیاں آپ ﷺ کے خدا کو پسند نہ آئیں اور آپ ﷺ کے تمام مخالفین اپنے ناپاک عزائم کو سینوں میں لئے خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بن گئے۔

طائف کی بستی میں آپ ﷺ کے ساتھ کیا کچھ نہیں ہوا۔ کون سی بدسلوکی تھی، جس کا وہاں مظاہرہ نہ کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قدر پتھر برسائے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک جسم اطہر سے بہنے والے خون سے لبریز ہو گئے۔ بستی سے باہر نکل کر نڈھال ہو کر اپنے غلام کی معیت میں ایک درخت کی چھاؤں تلے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے غلام نے اس بستی کے ظالم اور بے رحم انسانوں کے لئے بد دُعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بستی کی بربادی کے لئے بد دعا کیوں مانگوں مجھے یقین ہے کہ اسی بستی سے میرے دین کے حامی اور پاسبان اٹھیں گے۔ دُعا فرمائی تو فقط یہی کہ

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر
خدایا پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم صرف خطۂ عرب میں ہی انسانی اقدار کو سر بلندی عطا

کرنے کے لئے تشریف نہیں لائے تھے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو پوری کائناتِ انسانی کے چارہ ساز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انسانی کائنات کو زندگی کو تابانیوں سے ہمکنار کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام خدا کا آخری اور جامع ترین دین تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ تہذیبی وتمدنی خصائص اور علمی وعملی اوصاف کا مجموعہ تھے۔ اور پوری انسانی کائنات کو انسانیت نوازی کی بشارت دینے کے لئے بزم عالم میں جلوہ گر ہوئے تھے۔ خطۂ عرب تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اوّلین تھا۔ ایک دن اسی خطے سے دنیا نے انسانیت کی سرفرازی کے آداب سیکھنا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار انسانی اوصاف کا مکمل ترین نمونہ تھا۔ آپؐ نے خطۂ عرب میں انسانی سیرت وکردار کی رفعت طرازیوں کا جو تاریخ ساز نمونہ پیش کیا، جلد ہی اُسکی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام انسانیت کی مہک چاروں طرف پھیلنے لگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ستم رسیدگانِ ہستی کے آلام کا مداوا بن کر دلوں میں یوں گھر کر گیا کہ ظالم و سرکش خدا سے ڈرنے لگے اور مظلوم و بے کس انسان باوقار زندگی کے آداب سے آشنا ہو گئے۔ اس نبی ﷺ امی کی یہ چارہ سازی آدمیت کے آداب کی سرفرازی اور اخلاقی ضوابط کی دائمی برتری کا باعث بن گئی۔

وہ اک اُمّی کہ ہر دانش کو چمکاتا ہُوا آیا
وہ اک دامانِ بخشش پُھول برساتا ہُوا آیا
وہ اک عظمت کہ مظلوموں کے چہرے پر دمک اُٹھی
وہ اک بندہ کہ سُلطانوں کو ٹھکراتا ہوا آیا
وہ اک نرمی کہ سنگ و خشت کے سینے میں جا اتری
وہ اک شیشہ کہ ہر پتھر سے ٹکراتا ہوا آیا
ترے در کے سوا آسودگیٔ دل کہاں ملتی
ترے در پہ زمانہ ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عظیم الشان کامیابیاں راتوں رات نصیب نہیں ہوگئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روحِ حق وصداقت میں انسانیت کی بقا کے لئے ہر قسم کے آلام و مصائب کو سینے سے لگایا۔ آپ ﷺ پر ظلم وتشدد کی انتہا کردی گئی۔ وائے حیرت کہ افلاک کی رفعتیں جس کو سلام کریں اس پہ حالت سجدہ میں اُونٹ کی اوجھڑیاں پھینکی گئیں۔ پیکر یٰسین وطٰہٰ اور مظہر والشمس پر بہتان طرازیوں کی

یلغار کردی گئی۔ جس کے پاؤں پہ چشمِ عالم بوسہ دے۔ اُسے کانٹوں پر چلنا پڑا، یہاں تک مجبور کردیا گیا۔ کہ مکہ کی گلیوں میں پل کر جوان ہونے والی ہستی وطنِ عزیز سے ہی نکل جائے۔ اور جب مدینہ والوں نے آپ ﷺ پر اپنا دامانِ محبت کشادہ کرکے آپ ﷺ کو جانِ عقیدت سمجھ کر یہ جان و دل آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کردیا تو آپ ﷺ کو وہاں بھی چین سے نہ رہنے دیا گیا اور یکے بعد دیگرے کئی جنگیں آپ ﷺ پر مسلط کی گئیں۔ مگر نتیجہ یہی نکلا۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْن. (۴۰)

جنابِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس خطۂ عرب میں مبعوث کئے گئے تھے، وہاں زندگی بے بندگی بلکہ شرمندگی کا نمونہ تھی۔ اس معاشرے میں شرافت کمزوری اور نیکی مجبوری سمجھی جاتی تھی۔ طاقتور کو لا متنا ہی حقوق حاصل تھے، جب کہ غربت اور مفلسی کو نا قابلِ معافی جرم تصور کیا جاتا تھا۔ کمزوروں اور بے نواؤں کے حقوق غصب کرنے کو باعثِ افتخار سمجھا جاتا تھا۔ غربا یا تو غلام بنا لئے جاتے یا اُن کو سُود در سُود کی چکی میں یوں پیس دیا جاتا تھا کہ ان کی زندگی موت سے بدتر ہو جاتی تھی۔ اس معاشرے میں خیرات یا صدقہ اور رحمدلی کا احساس تک بھی نہیں تھا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی کردار کو وہ رفعت بخشی کہ دوسروں کا حق چھیننے والے اقوامِ عالم کے حقوق کے نگہدار اور بے نواؤں کے ترجمان بن گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشی ہوئی تعلیماتِ ایمانی کی بدولت صاحبِ ثروت مسلمانوں کو یہ احساس سونے نہیں دیتا تھا کہ کہیں ان کا پڑوسی بھوکا نہ سو گیا ہو۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فیضانِ نبوت تھا کہ مفلس و گداگر ہاتھ پھیلاتے ہوئے اور منعم و تونگر حاجت مندکی غیرتِ نفس کے احساس سے اعلانیہ بھیک دیتے ہوئے جھجکتے تھے۔

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ منعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالکِ کونین تھے، سرورِ دنیا و دین تھے، ساقیٔ کوثر تھے، قاسمِ رزقِ خداوندی تھے۔ جو کچھ ہاتھ آتا، سب خیرات کردیتے، کئی کئی وقت گھر کے چولہے میں آگ نہ جلتی تھی۔ بعض اوقات صحابہؓ نے آپ کے پیٹ پر پتھر بندھے ہوئے دیکھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار بھی آپ ﷺ کی تقلید میں عالمِ انسانیت کے لئے مشعلِ راہ بن گئے۔ آپ ﷺ کے یہ فداکار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مال کی محبت، جاہ پرستی، جلبِ زر اور اس جیسی تمام لعنتوں سے بے نیاز ہو گئے۔ اسلامی تاریخ ایسے صدہا واقعات سے بھری پڑی ہے کہ مسلمان امراء نے کھڑے کھڑے اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں تقسیم کردیا۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے ایک ہزار اُونٹ آئے مگر انہوں نے چند دنوں میں بانٹ دیے

not

حضرت عثمانؓ نے قحط کے زمانے میں سات سو اونٹ غلے سے بھرے ہوئے کئی گنا ہ زیادہ منافع پر بیچنے کی بجائے فی سبیل اللہ تقسیم کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات کے ذریعے جہاں قانونی طور پر سرمایہ دار کو حکم دیا کہ وہ اپنے مال سے اپنے بھائی کا حصہ نکالے اور اُسے اُس کے دروازے پر جا کر اس طرح دے کہ دائیں ہاتھ سے دینے پر بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو۔

''حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ ایک آدمی اس طرح چھپا کر خیرات کرتا ہے کہ اس کے بائیں ہاتھ کو پتہ نہیں چلتا اور اگر صدقات کو ظاہر کر دو تب بھی اچھا ہے اور اگر صدقات چھپا کر دو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ باخبر ہے جو تم کرتے ہو'' (۲۱)

جہاں آپ نے صدقہ و خیرات کی اس شدت سے تلقین فرمائی وہاں ہاتھ پھیلانے والے غیر مستحق گداگروں کو قیامت میں اُن کے بدترین انجام سے بھی باخبر فرمایا۔ اس حوالے سے حدیث پاک ملاحظہ ہو۔

''حمزہؓ نے اپنے باپ سے سُنا کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے منہ پر ایک بوٹی بھی نہ ہوگی''۔ (۲۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انسان سوال کرتا رہے گا حتیٰ کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ہوگا۔ (۲۳)

اسلام نے معاشی عدل وانصاف کے دائمی اُصول وضع فرمائے۔ یورپ کے نام نہاد دانشور آج اپنے آپ کو مزدوروں کے حقوق کا علمبردار کہتے نہیں تھکتے لیکن چودہ صدیاں قبل انسانی اُصولوں سے بے بہرہ تاریک معاشرہ مزدوروں اور غلاموں سے صرف بیگار لینے کا قائل تھا تنخواہ اور معاوضہ کا تصور بھی نہیں تھا اُس وقت شارح اسلام ﷺ نے یہ فرما کر مزدور کا رتبہ سربلند کر دیا کہ

''مزدور کو اس کی مزدوری اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو'' (۲۴)

دُنیا بھر کے دساتیر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی سے بڑھ کر محنت کشوں کے حقوق کی پاسداری کی ضمانت دینے سے قاصر ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی تمام زندگی میں کبھی بھی محنت کی عظمت سے منہ نہ موڑا اصحابؓ کے ساتھ سفر کرتے تو اپنے حصے کا کام خود کرتے، مسجد نبوی کی تعمیر اور غزوۂ خندق کے سلسلہ میں خندق کھودنے پر آپ ﷺ خود بوجھ اُٹھاتے اور صحابہ کی تمام تر منت سماجت کے باوجود برابر کا کام کرتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الفقر فخری کہہ کر دنیا بھر کے مظلوموں، بے نواؤں، محنت کشوں اور

not

مزدوروں کو سینے سے لگالیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندہ تعلیمات اور روشن کردار کی بدولت نہ صرف محنت کی عظمت دوبالا ہوئی بلکہ مزدوروں اور محنت کشوں کو روحانی سکون کا احساس ہوا۔ غریبوں، لاچاروں اور دُکھیاروں کو قرار آ گیا کہ معینِ بے کساں، زینتِ ہر دو جہاں، سرورِ کشورکشایانِ عالم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف ان سے پیار کرتے ہیں، بلکہ قیامت کے روز ان کے ساتھ اٹھائے جانے کی دُعا بھی فرماتے ہیں۔

میری غربت بن گئی اس وقت سے میرا وقار
کہہ کے جب اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وہ ہمارے ہو گئے

یہ حقیقت ہے کہ آپ ﷺ نے عالمِ انسانیت کو جو ابدی منشور دیا، اس میں سرمایہ ایک جگہ اکٹھا نہیں ہوسکتا اور نہ ہی سرمایہ دار سُودی کاروبار کرسکتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت تقسیمِ زر کا ایک ایسا سنہری دور ہمارے سامنے آتا ہے کہ جس میں تجوریاں خالی اور پیٹ بھرے ہوئے ہوں۔ سامانِ ضرورت وافر اور دل مطمئن ہوں۔ حقوق محفوظ اور فرائض کی ادائیگی کی لگن ہو۔ رُوحیں پُرسکون اور دل و دماغ تعلیماتِ محمدی ﷺ کی روشنی سے منور ہوں۔ شب و روز عبادت میں بسر ہوں۔ بھلائی کی ترویج اور بُرائی کا انسداد ہو۔ نہ تو دولت آنے کی غیر معمولی خوشی ہو، اور نہ ہی دولت جانے کا غیر معمولی غم۔

اور پھر زمانے نے وہ وقت بھی دیکھا کہ حضرت نبیِ کریم ﷺ کی حیاتِ مقدسہ میں ہی اسلام کی کشورکشائی اور فتوحات کا پرچم حدودِ عرب سے نکل کر دوسرے علاقوں تک لہرا رہا تھا۔ قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر لرزہ طاری تھا اور شاہانِ زمانہ اسلام کی ہمہ گیر عظمت کے تصور سے ہی کپکپا رہے تھے۔ ایک عظیم الشان اسلامی حکومت کہ جس کا دارالحکومت مدینہ منورہ تھا وجود میں آ چکی تھی۔ ہر روز نئے خطے اور شہر فتح ہو رہے تھے۔ نبی مکرم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی ایک زندہ و پائندہ حقیقت بن چکی تھی۔ ایسے عالم میں بھی جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات اور اہلِ خانہ اس سادگی اور فقر و استغنا سے زندگی بسر کرتے تھے کہ اُس کا تصور کرتے ہی اہلِ شوق کی آنکھیں عشق و عقیدت کے آنسوؤں سے لبریز ہو جاتی ہیں۔ یہ کیسی زندگی تھی جس پر کائنات کی شامِ ابد تک کی رفعتیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ اس زندگی کی درخشندہ ترین گواہی اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس ایمان آفریں روایت سے ملتی ہے۔ ”ہم آلِ محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ مہینہ مہینہ بھر تک آگ نہ سلگاتے تھے۔ صرف کھجوروں اور پانی پر گزارا ہوتا تھا۔“(۲۵)

متعدد کتبِ سیرت میں مرقوم ہے کہ جب حاتم طائی کے صاحبزادے قبولیتِ اسلام کے لئے

not

جناب محمد ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے عدی! تمھیں اسلام لانے سے جو چیزیں روک رہی ہیں اُن میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمان قوم بہت غریب ہے۔ سنو! عنقریب وہ وقت آنے والا ہے کہ لوگ اپنے گھروں سے صدقات کا سونا چاندی لے کر نکلیں گے اور کوئی اُسے لینے والا نہیں ہوگا'' (۲۶)

تاریخ نے اپنی چشمِ بینا سے یہ دور سیّدنا حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کے وقت میں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت، دولت کی گردش اس انداز سے ہوئی کہ کوئی کسی کا محتاج نہ رہا۔ اقبالؒ اسی مفہوم کو یوں ادا کرتے ہیں۔

کس نہ باشد در جہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبیں این است و بس

ہمیں اپنی زندگی میں مختلف حالتوں مثلاً امن و جنگ، مفلسی و محتاجی، تونگری و غنا، ازدواج و تجرد، تعلقاتِ خدا و معاملاتِ عباد، حاکم و محکوم، غیظ و غضب، سکون و طمانیت، جلوت و خلوت، غرض زندگی کے تمام پہلوؤں سے سابقہ پڑتا ہے، ان تمام معاملات میں عقلِ انسانی ایسی بہترین کلی مثال کی جستجو کرتی ہے، جس کو مدِّنظر رکھ کر وہ پیش آمدہ مسائل حیات سے صحیح طور سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ایسے عالم میں ہماری نظریں بے اختیار نبی ؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ طیبہ کی طرف اٹھتی ہیں کیونکہ علمی مثال کے لحاظ سے دوسری کوئی سیرت، اُسوۂ محمد ﷺ عربی کی جامعیت اور کاملیت کے مقام و مرتبہ کو نہیں پہنچتی۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ تمام انبیاءؑ و رُسل کے محاسن اور ان کے اوصاف کے انوارِ الٰہی سمٹ کر سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سیرتِ طیبہ میں پرتو فگن ہو گئے۔ وہ تمام خصوصیات اور صفات جو ہر پیغمبرؑ کو اپنے اپنے مقام و مرتبہ اور زمان و مکاں کے لحاظ سے ودیعت کی گئیں۔ آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات میں جمع کر دی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام محاسن و کمالات سے بہرہ ور کرنے سے قدرت کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شریعت یا نبوت کی ضرورت باقی نہیں اس لئے آپ ﷺ کی شخصیت سیرت و کردار کے لحاظ سے اس قدر افضل و اکمل ہونی چاہیئے کہ دنیا ابد کی آخری ساعتوں تک آپ ﷺ کے فیوض و برکات کی تابانیوں سے مستنیر ہوتی رہے۔

روزِ ازل سے لے کر آج تک کسی بھی قائدِ انسانیت کے بارے میں دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اُس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے۔ فقط حضور رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ ﷺ کی حیاتِ پاکیزہ کی ایک ایک ساعت تاریخ کے ایوانِ ابد میں جگمگا رہی ہے۔ قرآن حکیم آپ ﷺ

کی سیرت کی عظمتوں کا مظہر ہے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تاریخ وسیرت کی کتب آپ کی رفعتوں کی مظہر ہیں احادیث نبوی اور تاریخ وسیرت کی بے شمار کتابوں میں آپ ﷺ کی اک اک ادا محفوظ ہے۔ آپ ﷺ کے معمولات ومشاغل، اقوال و افعال، مجلس آرائی وخلوت گزینی، زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت، شعائر اسلامی کی ترویج اور ادائیگی، غرض یہ کہ جزوی امور حیات سے لے کر کلی رموز کائنات تک آپ کی عملی زندگی کا ایک ایک پہلو اور فکری ونظری لمعہ افشانیوں کی ایک ایک کرن تاریخی دستاویز بن کر مادیت کی تاریکیوں کو حیات آفریں اجالے بخش رہی ہے۔ آپ ﷺ کے اوصاف حسنہ اور کمالات مقدسہ پر لاتعداد کتب تصنیف ہو جانے کے باوجود ذہن وفکر کو اپنی کم مائیگی اور عجز بیانی کا احساس ہو رہا ہے کہ۔

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لئے

غرض یہ کہ آپ ﷺ نے خلوت وجلوت، سفر وحضر، صلح وجنگ، نبوت سے قبل اور نبوت کے بعد مکہ کے عام شہری اور مدینہ منورہ کے مقتدر حکمران کی حیثیت سے ایک بیٹے، ایک بھائی ایک شوہر اور ایک باپ کی حیثیت سے ہر لمحہ اور ہر آن انسانیت کی بقا اور انسانی وتہذیبی اقدار کے فروغ کو مدنظر رکھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کا وہ روشن مینار ہیں کہ جس سے پھوٹنے والی کرنوں نے وادیٔ حجاز سے لے کر افریقہ کی تاریک بستیوں تک تہذیب عالم کو یکساں روشنی اور انسانی عظمت کی حرارت بخشی ہے۔ یہ رسُولِ خدا جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بے پایاں اور انسانیت نوازی کا ہی اعتراف ہے کہ آج دشت وجبل میں، بحر وبر میں، زمینوں آسمانوں میں، عرب کے ریگ زاروں میں، ایشیا کی عبادت گاہوں میں، یورپ کے علمی وتہذیبی سرمائے میں، افریقہ کے کالے انسانوں کے چمکتے دلوں میں، محسوسات کے مہکار گلستانوں میں، عشق وعقیدت کے پُرانوار ایوانوں میں فکر وتدبر کی روشن وادیوں میں، شعرا کی مدحت طرازیوں میں، ادیبوں کی ادب نوازیوں میں اور خطیبوں کی تکلم باریوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی انسانیت کے سب سے بڑے محسن کی حیثیت سے اُبھرتا اور جگمگاتا ہے۔ رُوحِ فطرت کا یہ جاں نواز پیغام اقبال کے لفظوں میں یوں محبتِ رسول ﷺ کا احساس بخش رہا ہے۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے

حوالہ جات

۱۔ پارہ۲۱۔الاحزاب، آیت ۲۱
۲۔ صحیح مسلم۔کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب صلوٰۃ اللیل وعدد رکعات النبی فی اللیل
۳۔ سبل الہدیٰ والرشاد۔جلد ۸
۴۔ بخاری، کتاب العتق۔جلد اوّل باب ۱۵۹۷
۵۔ بخاری، کتاب الادب، جلد اوّل و کتاب العتق جلد سوم
۶۔ جامع ترمذی، جلد اوّل ابواب البر والصلہ حدیث ۲۰۱۳،
۷۔ بخاری، جلد اوّل، کتاب العتق، باب ۱۵۸۳
۸۔ پارہ۲۶۔سورۃ الحجرات۔آیت ۱۰
۹۔ صحیح مسلم۔جلد سوم، باب حجۃ النبی
۱۰۔ بخاری، کتاب الحج
۱۱۔ البقرہ، آیت ۲۲۸
۱۲۔ صحیح مسلم، جلد چہارم۔باب الوصیۃ بالنساء
۱۳۔ جامع ترمذی۔جلد اوّل ابواب البر والصلہ
۱۴۔ صحیح مسلم۔جلد چہارم، باب الوصیۃ بالنساء
۱۵۔ سورہ یوسف۔آیت ۹۲
۱۶۔ الانبیا۔آیت ۱۰۷
۱۷۔ مسلم، جلد پنجم، کتاب الجہاد والسیر
۱۸۔ موطا امام مالک۔کتاب الجہاد، ص ۱۱
۱۹۔ ایضاً، ص ۱۰
۲۰۔ سورہ الصف۔آیت ۸
۲۱۔ بخاری، جلد اوّل، کتاب الزکوٰۃ
۲۲۔ صحیح مسلم، باب النہی عن المثلہ، جلد سوم
۲۳۔ صحیح مسلم، جلد دوم، کتاب الزکوٰۃ ۲۲۹۴
۲۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الرہون، باب اجر الاُجَراء
۲۵۔ صحیح مسلم، جلد سوم، کتاب الزہد
۲۶۔ تلخیص الخصائص الکبریٰ۔عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی بروایت بخاری

نقیب اتحاد ملت اسلامیہ

ماہنامہ مسیحائی، کراچی

مدیر اعلیٰ: مخدوم زادہ احمد خیرالدین انصاری

رابطہ: بی ۱۹۷، بلاک اے، نارتھ ناظم آباد، کراچی۔ فون: ۶۶۴۲۷۷۰۴-۰۲۱